یادگارِ نسیم کے اعتراضات اور انکے جوابات

(سراج الحق صاحب مچھلی شہری)

جناب سراج الحق صاحب مچھلی شہری کا مضمون "یادگار نسیم" پر اعتراضات کے جواب میں ستمبر میں موصول ہوا تھا لیکن وہ اس قدر ذاتیات سے پُر تھا کہ اسکی اشاعت "ادب" کے معیار کے منافی تھی۔ جناب مدیر نے اسی لئے مضمون نگار سے بذریعۂ مکتوب یہ گزارش کی تھی کہ اگر مضمون سے وہ غیر متعلقہ حصہ جو ذاتی حملوں پر مبنی ہے حذف کر دیا جائے تو مضمون شائع کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مضمون نگار صاحب نے جناب مدیر کی اس معقول گزارش کی سماعت کی زحمت نہ گوارا کی بلکہ خواہش کی کہ انکا مضمون بجنسہ شائع کر دیا جائے ورنہ واپس کر دیا جائے۔ اسی زمانہ میں جناب مدیر بہت زیادہ علیل ہو گئے اور راقم سطور کو بہت سے فرائض بیک وقت انجام دینا پڑے۔ اس انتشار کے عالم میں سراج الحق صاحب کا مضمون تعجیل کے ساتھ واپس نہ کیا جا سکا۔ بہر حال مزید یاددہانی پر مضمون واپس کیا گیا مگر اس گزارش کے ساتھ کہ اب بھی اگر مضمون ذاتی حملوں کی آمیزش سے پاک کر دیا جائے تو "ادب" میں شائع کیا جا سکتا ہے۔ اسکے جواب میں ذیل کا مضمون بہت کچھ حذف و اسقاط کے بعد مضمون نگار صاحب کی اس بدگمانی کو ساتھ لئے ہوئے آیا ہے کہ "شاید اس اثنا میں انہوں (مدیر ادب) نے بعض حلقوں سے یہ مشورہ کیا ہو کہ یہ مضمون فلاں کے خلاف ہے اسے شائع کیا جائے یا نہیں"۔

ہم مضمون نگار صاحب کو اس سے بیشتر یقین دلانے کی کوشش کر چکے ہیں کہ جناب مدیر ادب کچھ زمانہ سے سخت علیل ہیں۔ مگر موصوف اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر کسی طرح تیار نہیں ہیں۔ معلوم نہیں مضمون نگار صاحب کو کارکنانِ "ادب" کے خلاف یہ سوءِ ظنی کیوں ہو۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ "ادب" کسی خاص شخص یا جماعت کا مخالف یا طرفدار نہیں ہے اور ہمارا طرزِ عمل اس دعوے کی دلیل ہے لیکن بے بنیاد بدگمانیوں کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ اگر مضمون نگار صاحب بُرا نہ مانیں تو ہم یہ عرض کرنے کی جرأت کریں کہ یہ مجادلانہ مذاق اور جماعتی تنگ نظری خادمانِ "ادب" کے لئے زیبا نہیں۔ مینیجر

رسالہ "ادب" کے جولائی نمبر میں جناب اصغر گونڈوی کی ایک کتاب یادگار نسیم پر جو ابھی شائع بھی نہیں ہوئی کسی صاحب نے اعتراضات کئے تھے۔ میں نے اس کا جواب لکھا اور جواب کے سلسلہ میں تین اور بحثیں بھی کیں۔ ایک یہ کہ جناب اصغر کے متعلق جو عرصہ سے لوگ شور و غل مچا رہے ہیں اور اُنکی ذات پر بیجا حملے کر رہے ہیں۔ تو میں اپنے خیالات بھی جناب اصغر کے بارہ میں پبلک کے سامنے پیش کروں۔ دوسری بحث یہ تھی کہ یادگار نسیم پر جو اعتراضات نکل رہے ہیں کیا فی الحقیقت یہ یونیورسٹی کے طلباء کے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر معترض میرے نزدیک کون ہے۔ اُنکا تعین اور اُسکے وجوہ و دلائل۔ تیسری بحث یہ تھی کہ آج کل تنقید کی روش یہ ہو رہی ہے کہ کسی ادیب و شاعر سے اگر قواعد و عروض کی ذرا بھی لغزش ہوئی، تو قواعد پرست حضرات اُنکی ذات، اُنکے کارنامے، اُنکی لیاقت، سب پر پانی پھیر دینا چاہتے ہیں۔ گویا اصولاً اس بحث کی صورت یوں ہوتی ہے۔ کیا ہر ادیب و شاعر کے لئے ماہر عروض و ماہر قواعد ہونا ضروری ہے؟ یہ تین اور چوتھی بحث جوابات اعتراضات کی لکھکر ماہ ستمبر میں میں نے اڈیٹر "ادب" کے پاس بغرض اشاعت اپنا مضمون بھیجا۔ اُنہوں نے لکھا کہ اس سے قشری مباحث چھڑ جائینگے کہو تو صرف جوابات کا ٹکڑہ شائع کیا جائے۔ میں نے لکھا کہ مجھے منظور نہیں، میرا مضمون واپس بھیج دیجئے۔ اسکے بعد دفتر "ادب" نے خاموشی اختیار کر لی اور میرا مضمون بھی دھر رکھا، شاید اس اثنا میں اُنھوں نے بعض حلقوں سے مشورہ کیا ہو کہ یہ مضمون فلاں کے خلاف ہے شائع کیا جائے یا نہیں۔ اسکے بعد خدا خدا کر کے ۲۷ر اکتوبر کو وہ مضمون واپس آیا۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ اب بھی اگر صرف جوابات کا حصہ شائع کرانا چاہو تو "ادب" میں شائع ہو سکتے ہیں۔ میں نے "ادب" کو صرف اس لئے منتخب کیا تھا کہ اعتراضات سب سے پہلے اسی میں شائع ہوئے تھے اور میں نے وہی پرچہ پہلے دیکھا تھا۔ لہذا گو پورا مضمون دوسری جگہ بھیج چکا تھا پھر بھی صرف حصہ جوابات علیحدہ کر کے "ادب" میں حسب حکم بھیجتا ہوں۔ یہ سب کچھ عرض کیا گیا محض تاخیر کی وجہ عرض کرنے کی غرض سے۔

اعتراضات و جوابات

کسی شخص کی تصنیف پر اعتراض کرنے سے پہلے معترض کو اصولاً دو باتیں لازم ہیں۔

(۱) چونکہ وہ دوسرے پر اعتراض کر رہا ہے اور گویا اپنے کو زیادہ واقف کار اور ذی علم بنانا چاہتا ہے اس لئے ضرور ہے کہ فوراً کتابوں سے رجوع کرے اور صحیح اعتراض کرے۔ ورنہ اُلٹی آنتیں گلے پڑتی ہیں۔ یہی ہمارے معترض یادگار نسیم کو بھی چاہیے تھا۔ لیکن ناظرین کس قدر حیرت سے سنیں گے کہ معترض نے اعتراضات کرنے میں اکثر مقامات پر اپنی بدلیاقتی کا ثبوت دیا ہے اور غلط اعتراضات کئے

ہیں۔ یہ غلطیاں طالبعلموں سے بھی اور قواعددانوں سے بھی دونوں سے قابل افسوس ہیں۔

(۲) اگر تصنیف زیربحث کا مقصد تصنیف، اور مصنف کا نقطۂ نظر اور میلان طبع بھی معلوم کرلیا جائے تو اکثر غلط فہمیاں دُور ہوجائیں اور اکثر باتیں جو بظاہر قابل اعتراض معلوم ہوتی ہیں ان کی اصل حقیقت سامنے آجائے۔ اگرچہ کتاب یادگار نسیم میں التماس اور مقدمہ کے الفاظ نیز حواشی کے طرز سے یہ بات بالکل ظاہر تھی کہ اصغر صاحب نے دراصل مقدمہ پر زیادہ زور دیا ہے نہ کہ حواشی اور تقسیم صنائع پر۔ مقدمہ میں اُنھوں نے تنقید اعلیٰ کا نمونہ پیش کیا ہے نسیم کے حالات زندگی اور اُنکے خصائص لکھے ہیں۔ نیز اس عہد کی شاعری اور عام میلان طبع کے بارہ میں بہت خوبی سے بحث کی ہے یہی وہ مباحث ہیں جن سے "شعر و ادب کے بارہ میں طلبہ کی نظر بلند ہوسکتی اور ان میں صحیح بصیرت اور صالح ذہنیت پیدا ہوسکتی ہے۔" صحیح بصیرت کا حصول اعلیٰ تنقید سے ہوا کرتا ہے نہ کہ قواعد کی تفصیل و تقسیم سے۔ صنائع لکھنا اس میں ضمنی سی بات تھی۔ اصغر صاحب نے نہ تو تفصیلی طور پر صنائع کو لکھنا چاہا ہے اور وہ اُسکو مذاق ادب کے نکھار کے لئے اچھا سمجھتے ہیں۔ وہ صنعتوں کی طرف اشارات کردینا چاہتے ہیں کہ طلبا کو فی الجملہ صنائع کلام سے واقفیت و شناسائی ہے۔ اُنکا مطلب ہرگز بحرالفصاحت رٹانا نہیں۔ یہی مطلب تھا ان کے ان الفاظ کا کہ "کوشش کی گئی ہے کہ فٹ نوٹ اور حواشی سے ان (طلبا) کو کافی مدد مل سکے"۔ فٹ نوٹ اور حواشی سے وہ طلبا کو صرف صنعت لفظی و معنوی کے مواقع اور حسن کلام کے چند نمونے بتاکر گزرجانا چاہتے ہیں چنانچہ اُنھوں نے ہر شعر کی تمام صنعتیں نہیں لکھیں اور یہ عام روش ہے شارحین متون کی یعنی اتنا لکھدینا کہ اس میں تضاد یا تناسب ہے۔ یا فلاں لفظ، فلاں لفظ کا تلازمہ ہے' کافی ہے اس امر کے جاننے کے لئے کہ اس میں کوئی صنعت ہے اور غالبًا اتنا اشارہ طلبہ کی مدد کو کافی ہے۔ اسکے بعد جسکو بحرالفصاحت رٹنی ہو وہ اسکی طرف رجوع کرے۔ یادگار نسیم قواعد کی کتاب تھی۔ صنائع کا ذکر اس میں محض ضمناً ہے۔ اور ضمنی امور سے کوئی شخص ہرگز اسکا مدعی نہیں ہوسکتا کہ وہ مدد دینے سے بڑھ کر یہ کرسکے کہ اُس فن میں پوری طرح مہارت اور عبور حاصل کرادے۔ اسکی مثال سُنئیے۔ وقائع نعمت خان عالی کی سطر اول کے حواشی میں لکھا ہے "تناسب الفاظ و رعایت معنی پر بظاہر" حالانکہ سطر اول میں ایہام تناسب بھی ہے ایہام اشتقاق بھی ہے' استعارہ و تشبیہ بھی ہے۔ بحرالفصاحت میں صفحہ ۸۰۰ پر ایک شعر ہے مومن جاں کا سے

ہر آہ کہ لب پہ ہے شرر ریز دیپک کا ہے نغمہ جنوں خیز

اس کے بعد لکھتے ہیں "اس میں علم موسیقی کی اصطلاح کو ذکر کیا ہے"۔ ہمارے معترض کو یہاں یہ کہنے کا موقع حاصل ہے کہ "دیکھئے صاحب بحر الفصاحت کیسا جاہل تھا کہ اصطلاح موسیقی کے نام کا تعین، راگ راگنی کی قسم در قسم نہیں لکھی اور طلبہ کی استعداد کچھ نہ بڑھائی"۔ لیکن کیا یہ اعتراض صحیح ہے؟ - اس امر کو بھی نظر انداز نہ کر دینا چاہئے کہ اگر اصغر صاحب کو قواعد و صنائع پر زور دینا ہوتا یا وہ اپنی قواعد دانی کا ثبوت دینا چاہتے تو بحر الفصاحت وغیرہ کمیاب نہیں۔ اصغر صاحب اُن سے رجوع کر سکتے تھے لیکن معترض صاحب ایک ادبی کتاب سے بھی یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ کیوں نہ بحر الفصاحت اور حدائق البلاغت ہوئی؟ -

این سخن را چہ جواب ست تو ہم می دانی!!

اس تمہید کے بعد ہم سلسلہ وار اعتراضات پر بحث کرتے ہیں اور ہر اعتراض پر اپنا فیصلہ بھی لکھتے جائیں گے کہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔

مثال اول | جو نکتہ لکھوں کہیں نہ حرف آئے — مرکز پہ کشش مری پہونچ جائے

اصغر صاحب - نکتہ، حرف، مرکز، کشش، میں مراعات النظیر ہے۔ (ملخصاً)

معترض صاحب - چونکہ حرف سے مراد حروف تہجی اور مرکز سے مراد ک گ کا مرکز نہیں۔ بلکہ حرف آنا سے مراد بے عیب ہونا (؟ الزام آنا) اور مرکز پہ کشش پہونچنے سے مراد کامیاب ہونا ہے اس لئے مراعات النظیر نہیں مشاکلہ ہے (ملخصاً)

سراج عرض کرتا ہے کہ اگر اس تحقیق انیق کو اگر آپ اپنے گھر ہی دھرے رہتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ کہاں مشاکلہ اور کہاں مراعات النظیر!! اس شعر میں ان (حرف، لکھنا، مرکز، کشش) الفاظ کا ایک جا ہونا یقیناً مراعات النظیر ہی ہے۔ اور چونکہ حرف آنا سے الزام آنا اور مرکز پہ کشش پہونچنے سے مراد کامیاب ہونا مراد، اس لئے اس میں ایک دوسری صنعت بھی ہے، جسکا نام ایہام تناسب ہے، نہ کہ جناب کی مشاکلہ۔ آپ شاید دیر کے کو سچ نہ جانیں لہذا آئیے بحر الفصاحت کو دیکھیں۔ (بحر الفصاحت نولکشوری صفحہ ۹۳۳) "مراعات النظیر یعنی ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معنے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نسبت تضاد کے کچھ مناسبت رکھتے ہوں"۔ اسکے بعد اسکی متعدد مثالیں لکھی ہیں۔ ہم اُن میں سے صرف دو مثالوں پر اس جگہ اکتفا کرتے ہیں

(۱) "اتنا کہا جو ڑا چودھواں مجھکو تھا — کہنے لگی چلیئے مری جوتی جانے"

[غور کیجئے - جوتی جانے سے مراد یہ کہ "دور ہو میں نہیں جانتی"۔ لیکن پھر بھی اسمیں مراعات النظیر

ہی ہے۔ جوڑا، چودھواں، پنہا، جوتی میں یقیناً مراعات ہے۔

(۲) کس کمان ابرو پہ تو قرباں ہوا نالے سر کرتا ہے جو تو تیر سے

[ملاحظہ ہو۔ نالے سر کرنا میں گو سر کرنا محاورہ ہے مگر سر اور ابرو میں مراعات ہے۔ نیز، کمان قربان، تیر، میں مراعات ہے]

صفحہ ۹۳۵ پر ایہام تناسب کے بیان میں لکھتے ہیں "یعنی دو لفظ ایسے بیان کریں کہ اُنکے معنی میں کچھ مناسبت مقصود نہو...... لیکن اُن میں سے ایک لفظ کے اور معنی ایسے بھی ہیں کہ دوسرے لفظ کے معنی سے مناسبت رکھتے ہوں جیسے ایک کلام میں لیلیٰ و مجنوں دونوں لفظ مذکور ہوں۔ اور مجنوں، دیوانے اور سڑی کے معنی میں لایا گیا ہو، پس ظاہر ہے کہ وہاں لیلیٰ و مجنوں کے معنی میں کچھ مناسبت نہ ہوگی لیکن مجنوں کے ایک معنی اور بھی ہیں یعنی قیس عاشق لیلیٰ کا لقب بھی مجنوں ہے اس معنے کو لیلیٰ کے معنے سے مناسبت ہے...... یہ صنعت مراعاۃ النظیر کے ملحقات سے ہے چنانچہ مثال مذکور میں مجنوں کا ذکر لیلیٰ کی مناسبت سے مراعات النظیر ہے اور اس وجہ سے کہ یہاں اُس کے دیوانہ کے معنے مراد ہیں نہ کہ قیس، ایہام تناسب ہے"۔

اِس عبارت سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) ایہام تناسب بھی مراعات النظیر ہی کی ایک قسم ہے۔ لہذا جسکو تفصیل اقسام بیان کرنی منظور نہو اسکا اتنا لکھدینا کافی ہے کہ اسمیں مراعات النظیر ہے۔ (۲) ایک ہی مثال میں ایک لفظ میں دو صنعتیں پائی جاسکتی ہیں دوسرے دوسرے الفاظ کی رعایت سے۔ (۳) اگر کوئی لفظ کسی دوسرے لفظ کے مناسبات سے بیان کیا گیا ہو۔ پھر چاہے اُس سے معنا کوئی دوسری بات مراد ہو۔ اور اس طرح وہ ایہام تناسب کے ذیل میں بھی آسکتا ہو لیکن محض ان مناسبات کی وجہ سے اسکے ذکر کو مراعات النظیر ہی کہینگے۔

اب آیئے لگے ہاتھوں آپ کی مشاکلہ کو بھی ایک نظر دیکھ لیں۔ بحر الفصاحت صفحہ ۹۸۱ پر ہے "دو چیزیں ذکر کریں اور ان دونوں کو ایک جگہ مذکور ہونے کی مناسبت سے "ایک ہی لفظ" سے تعبیر کریں۔

مثال میر۔ سے میں رونے والا جہاں سے چلا ہوں جیسے ابر ہر سال روتا رہیگا"

اپنے رونے کی مناسبت سے ابر کے برسنے کو بھی رونے کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

"جواہر البلاغۃ" میں اسکی تعریف ... اور مثال ... "وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ"

میں اللہ کے لئے مکر کا لفظ محض پہلے لفظ "مکروا" کے ذکر کی مناسبت سے لائے ہیں مگر مراد ہیں سزا۔

تینوں صنعتوں کی تعریفیں اور مثالیں ہم نے لکھدیں' اب معترض صاحب خود ہی فیصلہ کریں کہ "نکتہ" اور "حرف"، اور "لکھنے" وغیرہ میں مشاکلہ ہے یا مراعات ہے۔ اس مثال میں اصغر صاحب حق بجانب ہیں۔

مثال دوم | پایا جو سفید چشم صفحا الخ

اصغر صاحب۔ چشم صفحہ (فارسی ترکیب کے ساتھ) کا قافیہ صحیح نہیں (ٹھٹھا)

معترض صاحب۔ چشم صفحہ میں ترکیب نہیں ہے بلکہ سفید چشم میں ترکیب مقلوب ہے۔ گویا نثر یوں ہوگی "صفحہ کو جو سفید چشم یا چشم سفید پایا۔ آپ نے خود مصرع کو غلط پڑھا چشم صفحہ ہوتا تو پایا کا فعل (پائی ہوتا) ٹھٹھا

سراج۔ ایک لحاظ سے اعتراض صحیح ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو اصغر صاحب نے بھی غلط نہیں پڑھا تھا۔ جب شہ میل قلم کہہ رہا ہے تو یقیناً چشم صفحہ میں بھی ترکیب اضافی ہوگی۔ رہا فعل کا مونث ہونا تو اسکا تو امی زمانہ میں بھی چنداں لحاظ نہیں کیا جاتا تھا' آج بھی لوگ "روٹی کھایا" بول جاتے ہیں۔

مثال سوم | ہر چند کہ تھا وہ دیو کڑوا حلوے سے کیا منہ اُس کا میٹھا

اصغر صاحب۔ کڑوا اور میٹھا میں تضاد یا طباق ہے۔

معترض صاحب۔ چونکہ کڑوے سے مراد تند مزاج ہے اس لئے اسمیں ایہام تضاد ہے نہ کہ تضاد۔

سراج۔ میرے خیال میں یہاں معترض کو ایک اعتراض اور بھی کرنا چاہئے تھا۔ وہ یہ کہ حلوا، منہ، میٹھا، میں صنعت تناسب بھی ہے۔ اور اصغر صاحب نے اسے نہیں گنایا لیکن جب میں اوپر کہہ آیا ہوں کہ نہ اصغر صاحب تمام صنائع کا استقرار کرنا چاہتے ہیں اور نہ قسم در قسم کی تفصیل۔ اس صورت میں اگر انہوں نے ایہام تضاد کو (دیکھا) تضاد کہدیا تو کیا برائی ہوئی۔ آخر ایہام تضاد بھی تو تضاد ہی کی ایک قسم ہے۔ بحر الفصاحت صفحہ ۹۲۸ پر ہے "دو معنی ایسے جمع کئے جائیں جنمیں باہم تضاد و تقابل نہ ہو لیکن جن الفاظ کے ساتھ انکو تعبیر کی جائے انکے حقیقی معنی کے اعتبار سے تضاد پایا جائے اور یہ عام ہے اس سے کہ معنی مجازی دوسرے کے معنی حقیقی کے ساتھ جمع کئے جائیں اور ان مجازی معنی کو حقیقی معنی کے ساتھ تضاد ہو۔ یا دونوں کے معنی مجازی کو جمع کیا جائے اور دونوں کے حقیقی معنی کے اعتبار سے تضاد ہو اور اس صنعت کا شمار بھی اقسام تضاد میں ہے"۔ اسکے آگے کئی مثالیں ہیں۔ مگر ہم صرف دو مثالیں لکھتے ہیں۔

گل کے کھلنے کو ہنسنا قرار دیا ہے اس لئے ہنسنے اور رونے میں تضاد واقع ہوگا۔ پہلے معنے مجازی ہیں۔ دوسرے حقیقی "۔

(۲) " چار دیواری سو جگہ سے خم   تر ذرا ہو تو سو کھتے ہیں ہم "

اس پر نوٹ یہ ہے کہ "خوف کھانے کو سوکھنے سے تعبیر کیا ہے۔ اس لئے تر ہونے میں اور اس میں تضاد ہوگیا" حدائق البلاغة کی عبارت بھی سن لیجئے۔ (صفحہ ۴۸) " نوع از طباق ہست کہ آنرا ایہام تضاد نامند و تعریفش چنانست کہ دو معنی غیر متقابل را بہ دو لفظ تعبیر کنند کہ در معنی حقیقی آں ہر دو لفظ تقابل و تضاد متحقق باشد و ازیں قبیل است ایں بیت سنائی ؎

ہست شایستہ گرچہ آید خشم   طاق ابرو برائے جفتی چشم

طاق اینجا برائے طاق عمارت است اما چوں طاق ضد جفت ہم می آید نظر براں معنی تقابل و تضاد بہم رسید"۔ غور کیجئے بحر الفصاحت اور حدائق البلاغة والے قواعد ہی لکھنے بیٹھے ہیں لہذا قواعد کے مسائل میں انکو ذرا بھی مبہم الفاظ سے کام نہ لینا چاہیئے تھا لیکن وہ لوگ بھی (۱) ایہام تضاد کو تضاد ہی کی ایک قسم بتاتے ہیں۔ (۲) بیان ایہام تضاد کا۔ تعریف اور مثال ایہام تضاد کی لیکن نوٹ میں صرف تضاد لکھا "ایہام تضاد" نہیں لکھا۔ ہمارے معترض کو خبر ہو تو یقیناً لٹھ لیکر دوڑیں کہ "یارو غضب ہوگیا۔ دیکھو یہ دونوں ایہام تضاد کی مثال دیکر نوٹ میں صرف تضاد لکھ گئے"! اس مثال میں بھی یقیناً اصغر صاحب حق بجانب ہیں۔

مثال چہارم پنجم۔ ہشتم	(۴) ہے پیر یہ نوجواں ہمارا۔
	(۵) روشن ہے جو کچھ کیا ہے اندھیر۔
	(۸) ٹھنڈی ہوئیں تھا جنھیں جلایا۔

اصغر صاحب۔ ان میں طباق یا تضاد ہے (ملخصاً)

معترض صاحب نہیں ان سب میں ایہام تضاد ہے (ملخصاً)

سراج۔ معترض کو غالباً اعتراضات کی فہرست بڑھانی مقصود ہے اس لئے انھوں نے ان مثالوں کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ حالانکہ ان میں بھی ٹھیک وہی اعتراض ہے جو مثال ۳ میں ہے اور وہی اسکا جواب بھی ہے جو مثال ۳ کے ذیل میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ ان مثالوں میں

تضاد ہی ہے اس وجہ سے بھی کہ تضاد ہی کی ایہام تضاد (قسم) ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ خود قواعد نگار بھی ایہام تضاد کی مثالوں میں "تضاد" لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ان مثالوں میں بھی یقیناً اصغر صاحب حق بجانب ہیں۔

مثال ششم	(۶) کودے نہ کنوئیں میں باؤلی ہو۔
نہم	(۹) جھنجھلا کے پلنگ سے اٹھا شیر۔

اصغر صاحب۔ کنوئیں اور باؤلی میں تجنیس ہے اور پلنگ اور شیر میں تجنیس خطی (ملخصاً)

معترض صاحب۔ .... ان میں ایہام ہے۔ (ملخصاً)

سراج۔ ہمکو خود بھی سخت حیرت ہے کہ اصغر صاحب کیا سمجھ کر ان مثالوں میں تجنیس لکھ گئے۔ اگر کتاب میں اسی طرح ہے (کیونکہ ہم نے وہ کتاب خود نہیں دیکھی)، تو یقیناً یہ دونوں اعتراضات صحیح ہیں۔ اور اصغر صاحب نے فاش غلطی کی ہے۔ تمام اعتراضات میں صرف یہی دو اعتراضات ہیں جو صحیح طور پر اصغر صاحب پر وارد ہوتے ہیں۔

مثال ہفتم	(۷) بجلی سے لہرے تھا ہم آغوش۔
و یازدہم	(۱۱) ہمسایہ تھے کشیدہ داماں۔

اصغر صاحب۔ معرکہ چکبست و شرر میں یہ مصرعے یوں لکھے ہیں۔ ؎

(۱) تھا بجلی سی لہرے ہم آغوش

(۲) ہمسایہ تھے سب کشیدہ داماں

معترض صاحب۔ جب چکبست نے مصرعے صحیح کر دیئے تھے تو آپ نے صحیح مصرعے کیوں نہ لکھے؟ اصل چیز کتاب کی صحت ہے۔ (ملخصاً)

سراج۔ "بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست" سراج حیران ہے کہ اسکے متعلق کیا عرض کرے۔ یہ اعتراضات اگر اعتراض کرنے کے شوق میں نہیں کئے گئے ہیں تو پھر اور کیا ہے؟ اگر بالمثل اصغر صاحب چکبست کے صحیح کردہ مصرعے لکھ دیتے تو سب سے پہلے میں اعتراض کرتا کہ اصغر صاحب نسیم کی "گلزار نسیم" شائع کر رہے تھے نہ کہ چکبست کی۔ پھر انھوں نے چکبست کے الفاظ کیوں لکھے؟

معترض اتنا تو جانتے نہیں کہ چکبست نے شرر کا منہ بند کرنے اور نسیم پر سے اعتراض اٹھانے کے لئے

خود چند مصرعوں میں ترمیم و اصلاح۔ تغیر و تبدل۔ تقدیم و تاخیر کر دی تھی اور یہی وجہ تھی کہ حکیم صاحب نے ایمانداری سے یہ اصلاحیں حاشیہ پر لکھیں نہ کہ اصل متن میں۔ جب معترض اس نکتہ کو نہ سمجھ سکے تو ان سے اور کس بات کی توقع ہو سکتی ہے؟۔ نسیم نے یہ مصرعے یونہیں کہے ہیں اب چاہے صحیح ہوں یا غلط۔

مثال ۲، کے متعلق یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ نسیم ہندو تھے اور وہ اس مثنوی میں اکثر ہندی الفاظ نظم کر گئے ہیں مثلاً ہر، بالی، کنیا، اور ہندی تلفظ ہی کے ساتھ نظم کر گئے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ انھوں نے "لہر" کو بھی ہندی تلفظ کے ساتھ نظم کیا ہو۔ کیونکہ ہندی میں لہر کی ہ متحرک ہی ہے

مثال ۱۱ میں معترض کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ آپ کو عروض نہیں آتی (۱) آپ جس طرح اپنی "نشاط روح" میں دو مصرعے غلط موزوں کئے ہیں یعنی ارنی کی (ر) کو اور متبسم کی (ت) کو جو در اصل متحرک ہیں آپ ساکن نظم کر گئے ہیں۔ اسی طرح آپ نے "ہمسایہ تھے کشیدہ داماں" کو بھی موزوں سمجھ لیا۔ (۲) ہمسایہ کی آخر کی ہ سے پہلے جو فتحہ ہے اسکو کھینچنا ناجائز ہے۔ (۳) ابتدا میں مفعولن کا رکن نہ لانا چاہئے۔

جواب میں عرض ہے کہ اکثر مخالفت میں یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک بات کو اگر انصاف سے دیکھا جائے تو وہ صحیح معلوم ہو گی لیکن محض بربنار اسکو غلط بتایا جاتا ہے۔ ان تینوں اعتراضات کے جواب بالترتیب یہ ہیں۔

(۱) اصغر صاحب کو چاہے عروض آتی ہو یا نہ آتی ہو لیکن نسیم نے یہ مصرعے یونہیں کہے ہیں۔ ارنی کی (ر) ساکن بھی جائز ہے اور اساتذہ کے کلام میں اسکی مثال ہکو ملتی ہے۔ چنانچہ مخزن الفوائد مولفہ فائق اکبر آبادی میں نظامی کا ایک شعر لکھا ہے۔ ؎

موسیٰ ازیں جام تہی بود دست — شیشہ بگہ پایۂ ارنی شکست

آنند راج میں سالک کا ایک شعر ہے۔ ؎

مرغ ارنی گو ز شوقے لن ترانی می کند — پیش موسیٰ خار خار وادی ایمن گل است

ایک شعر کسی اور کا ہے۔ ؎

صد ہزاراں ہمچو موسیٰ مست در ہر گوشۂ — رب ارنی گوش وہ دیدار جویاں آمدہ

رہا لفظ متبسم تو اسکی سند تو میں نہیں پا سکا لیکن لفظ ارنی کی متحرک (ر) کو ساکن کرنے سے اس کی مثال بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔

(۲) ہائے مختفی سے قبل کا فتحہ کھینچا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اسی مثنوی سے اسکی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

"سایہ ہو تو دوڑ دھوپ کیجئے"

"بندہ ہونا بُرا ہوا تھا"

"صدمہ ہوا درد سے کہا ہائے"

"سایہ بھی نہ اُس پری پہ ڈالا"

"بارہ دری واں جو سونے کی تھی"

(۳) اب ابتدا میں مفعولن کا رکن آنے کی مثالیں سنیئے۔

"یعنی تاج الملوک مضطر"

"وعدہ کر آیا ہوں، کہا خیر"

"چاروں شہزادے مسکرا کے"

"چاروں شہزادے لے کے ہمراہ"

ان مصرعوں میں برابر مفعولن کا رکن ابتدا میں آیا ہے۔ ہائے مختفی سے قبل کا فتحہ بھی کھینچا گیا ہے۔ اب جناب کو جو کچھ اعتراض ہو براہ راست نسیم کی روح پر کیجئے اور عالم برزخ میں جا کر کیجئے۔

یہ سب اعتراضات غلط تھے۔ اصغر صاحب ان میں حق بجانب ہیں۔

مثال دہم | (۱۰) وہ نقش وفا عمل میں پائی۔

اصغر صاحب۔ نقش تعویذ کو بھی کہتے ہیں۔ اس لئے نقش اور عمل میں مراعات نظیر ہے (ملخصاً)

معترض صاحب۔ جس طرح نقش اور عمل میں تناسب ہے اُسی طرح تعویذ اور عمل میں بھی تناسب ہے پھر اسکے کیا معنے کہ نقش تعویذ کو بھی کہتے ہیں اس لئے دونوں میں مراعات نظیر ہے۔ اور اس شعر میں مراعات نظیر ہے بھی نہیں مشاکلہ ہے۔ (ملخصاً)

سراج۔ ہم اس مثال کو بھی مثالِ اوّل میں لکھ دیتے مگر یہاں ایک امر کی توضیح مقصود تھی اس لئے اسکا الگ درج کرنا مناسب تھا۔ معترض صاحب کا اعتراض میری سمجھ میں تو آیا نہیں۔ معلوم نہیں کیا کہنا چاہتے ہیں۔ لیکن اصغر صاحب کا مطلب یہ ہے کہ نقش کے دو معنی ہیں ایک بمعنی شکل حروف، گل بوٹا، نقش و نگار یعنی قلم کی آڑی ترچھی لکیریں، جیسے غالب کے اس مصرع میں ہے۔

"نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا"

دوسرے معنی تعویذ۔ چونکہ یہاں دوسرے معنے مراد ہیں اور اس میں اور عمل میں تناسب ہے اس لئے مراعات نظیر ہے۔ معترض صاحب غالباً نقش کے دو معنے نہیں جانتے اس لئے انکی سمجھ میں اسکے معنے نہ آئے کہ "نقش تعویذ کو بھی کہتے ہیں" یقیناً اس میں مراعات ہے۔ شاکلہ اس لئے نہیں ہے کہ شاکلہ میں ایک ہی لفظ دوبار بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے اسی وجہ سے کہ اس میں لفظ کا بھی گونہ اعتبار ہوتا ہے اسکو صنائع لفظی میں داخل کیا ہے۔ اور اگر عمل میں پانا سے اپنے کام میں آنا مراد ہو تو اس میں ایہام تناسب بھی ہے جو مراعات ہی کی قسم ہے۔ بہرحال اسمیں بھی اصغر صاحب حق بجانب ہیں۔

یہ تھے گیارہ مشترک اعتراضات رسالہ "ادب" و "مبصر" کے جن میں سوا دو کے باقی سب اعتراضات پوچ ہیں۔ ناظرین خود ہی معترض صاحب کی لیاقت علم بدیع اور واقفیت فن عروض اور متانت کا فیصلہ اسکے بعد کر لینگے۔

رسالۂ "مبصر" میں ایک شعر کے نوٹ پر اعتراض اور بھی ہے۔ ؎

"وہ راگ کا دیکھنے لگا رنگ یاں پردے میں چھیڑ تھی خوش آہنگ"

اصغر صاحب۔ اس میں مراعات ہے۔

معترض صاحب۔ نہیں ایہام تناسب ہے۔

سراج۔ راگ، پردہ، چھیڑ، آہنگ، میں یقیناً مراعات ہے تفصیل ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ لیکن پردہ سے آڑ مراد ہونا، اور چھیڑ سے مذاق مراد ہونے میں ایہام تناسب بھی ہے۔

اسکے بعد مقدمہ کے اشعار آمانت و تسنیم پر اعتراض ہے۔ کہ اصغر صاحب نے ان میں مراعات بتائی ہے لیکن ایک میں بھی مراعات نظیر نہیں۔

ہم ذیل میں "مبصر" و "ادب" دونوں کے تمام اشعار یکجا نقل کر کے بتاتے ہیں کہ کتنے اشعار میں مراعات نظیر ہے۔

از "ادب"

(۱) دل پھنسانے کو دکھا اُسنے دیا جال سا خط جعل سازی کی طرف پھر مرا صیاد آیا

(صیاد، جال، پھنسانا، میں مراعات ہے۔ گو اس شعر میں دیگر صنائع بھی ہیں)

(۲) تری جالی کی کرتی کے قصور میں یہ پایا ہوں مبصر دیکھ کر آنکھوں کو کہتے ہیں کہ جالا ہے

(۳) میری تربت پر لگایا نیم کا اُسنے درخت — بعد مرنے کے مری توقیر آدھی رہ گئی

(۴) قصہ کہنے میں نظر جب آگیا وہ شاخِ گل — گھاس کاٹی عارضِ رنگیں کا سبزہ دیکھ کر

گل، گھاس، سبزہ، میں مراعات ہے۔

(۵) یہ کیسی زلف کی ناگن نے اے دل مار ڈالا ہے — کہ کوسوں تک مری تربت پہ پھیلا کوڑیالا ہے

(۶) تو وہ ہے صید فگن دشت میں رکھے جو قدم — آنکھیں آآ کے ملیں بھیڑیے گرگابی پر

صید، دشت، بھیڑیے میں اور قدم اور گرگابی میں مراعات ہے۔

(۷) ترے گانے سے یہ حالت اے صنم ہو جائیگی — عاشقِ ناساز کو ہر تال سم ہو جائیگی

گانا، ساز، تال، سم، میں مراعات ہے۔

از "مبصر"

(۸) کہہ رہا ہے ان دنوں میری طرح ہر گلعذار — عطر اسکی نعش کے گل کا اب اے عطار کھینچ

گل، عطر، عطار، میں مراعات ہے۔

(۹) داغا تو چلے تفنگ سے وہ — چھوٹے قیدِ فرنگ سے وہ

داغا، تفنگ، چھوٹے، چلے، میں مراعات ہے۔

(۱۰) واں دھن کہ صنم سے کچھ خدا ہوں — یاں دھیان کہ بت کا پارسا ہوں

بُت، دھیان، پارسا، خدا، میں مراعات ہے۔

(۱۱) ان مختصروں نے جب یا طول — بولی وہ بکاؤلی کہ معقول

(۱۲) پانی کے جو بلبلوں میں تھا گل — پہونچا لبِ حوض سے نہ چنگل

حوض، بلبلا، پانی، میں۔ اور اگر مانیے تو گل اور بلبلوں میں مراعات ہے۔

(۱۳) پریوں نے ہوا سے تخت اتارا — ثابت ہوا ٹوٹتا ستارا

پری، ہوا، تخت، میں اور ثابت، ستارا، ٹوٹتا ہوا میں مراعات ہے۔

(۱۴) سختی سہی یا کڑی اٹھائی — افتاد تھی جو پڑی اٹھائی

(۱۵) اس چاہ میں کام ہو نہ جائے — یہ ماہ تمام ہو نہ جائے

ماہ اور تمام میں مراعات ہے۔

(۱۶) وہ طفل بھی گر پڑا زمیں پر مانند سرشک چشم مادر

طفل اور مادر میں، اور چشم و سرشک میں مراعات ہے۔

(۱۷) حاجت کے گماں سے جب ہوئی دیر جھنجھلا کے پلنگ سے اُٹھا شیر

(۱۸) سودا ہے مری بکاؤلی کو ہے چاہ بشر کی باؤلی کو

سودا، باؤلی، میں مراعات ہے۔

(۱۹) مجنوں ہو اگر تو فصد لیجے سایہ ہو تو دوڑ دھوپ کیجے

مجنوں اور فصد میں مراعات ہے۔

اب ناظرین خود ہی انصاف کرلیں کہ اصغر صاحب نے (جو نہ قواعد پر زور دینا چاہتے تھے، نہ وہ خود کسی قواعد کے مؤلف ہیں اور نہ قواعد دانی کو مذاق ادب کے لئے مفید سمجھتے ہیں) ان ۱۹ اشعار کے نوٹ میں جو کچھ اشارات سرسری علم بدیع کی طرف کئے تھے وہ ۱۴ مثالوں میں بالکل ٹھیک ہیں۔ اور معترض صاحب جو قواعد داں بھی ہیں، لکھتے ہیں کہ ایک میں بھی مراعات نظیر نہیں ہے۔ صرف ۵ مثالوں میں اگرچہ مراعات نظیر نہیں ہے، پھر بھی اس سے تو غالباً کسی کو انکار نہ ہوگا کہ تلازمہ اور لفظی رعایت سے تو کوئی شعر خالی نہیں۔ پھر کیا ہم اسکے بعد یہ نہیں کہہ سکتے کہ اصغر صاحب علم بدیع سے واقف ہیں اور کم سے کم معترض سے زیادہ واقف ہیں۔ گو اس پر زیادہ زور دینا پسند نہیں کرتے۔ اور کیا اسکے بعد انکے حاسدین ان پر ناواقفیت فن کا الزام لگائیں گے۔

آخر میں انصاف سے کہنا پڑیگا کہ قواعد و عروض یقیناً بقول اکبر "مغز سر کا آماس ہیں، گورکھ دھندا ہیں، اور ذوق ادب کے راستہ کے راہزن ہیں۔" اور پھر اُس شخص کے لئے کہ

اِس سے بھی کچھ بلند ملی ہو نظر جسے

تو یہ چیزیں بالکل باعث ننگ ہیں۔ ؎

راست میگویم من و از راست سر نتواں کشید انچہ در گفتار فخر تست آں ننگ منست